رسالۂ دعا

مصنفہ
حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with Cam

رسالۂ دُعا

مصنفہ

حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسی رحمۃ اللہ علیہ

ALLAMA
SHAMSI
RESEARCH ACADEMY

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

1-6-806، مہدی منزل، دائرہ مشیر آباد، حیدرآباد 500020

Scanned with Cam

سلسلہ مطبوعات ۔ ۱۱

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

© جملہ حقوق محفوظ بحق علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی، حیدرآباد

نام کتاب	:	رسالۂ دُعا
مصنف	:	حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ
بار	:	آٹھواں
سنہ اشاعت	:	جنوری ۲۰۰۵ء م ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
تعداد اشاعت	:	تین ہزار
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد۔ فون 24529428
طباعت	:	گرافک ڈیزائنر، منگل ہاٹ، حیدرآباد۔ فون 24607075

ناشر

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

1-6-806، مہدی منزل، دائرہ مشیرآباد، حیدرآباد 500020

☎ 55588316 Cell: 98491-70775

اللہ نے دیا ہے

برائے ایصال ثواب

سیدہ اسماء بانو یداللٰہی مرحومہ جگر گوشۂ سید یداللہ شجیع یداللٰہی

عرضِ حال

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھے اپنے جدامجد حضرت علامہ بحرالعلوم و شمس الفنون وقدوۃ المحققین اشرف العلماء حضرت سید اشرف شمسیؒ کی تالیفات کے تحفظ واشاعت کی توفیق واستطاعت عطا فرمائی۔ اس مقصد کے لئے جولائی ۲۰۰۲ء میں علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی کے قیام کے بعد مختصر مدت میں بفضلِ تعالیٰ درج ذیل دس کتابوں کی اشاعت عمل میں لائی گئی ہے

(۱) علامہ شمسیؒ مشاہیر کی نظر میں (۲) رسالۃ المعراج (۳) اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون (۴) لیلۃ القدر (۵) العقائد (مکمل چار حصے) (۶) العقائد (حصہ اول ودوم) بزبان ہندی (۷) العقائد (حصہ اول ودوم) بزبان انگریزی (۸) القول المبین فی المعصومین (۹) ترجمہ الازھار النافحہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۰) رسالہ براہین مہدویہ

ان کتب کے علاوہ حضرت علامہ شمسیؒ کی عربی تفسیر ''لوامع البیان'' اور اس کے ترجمہ کی طباعت کے سلسلہ میں کام جاری ہے۔ انشاء اللہ دیگر کتب بھی بتدریج شائع کی جائیں گی۔

زیرِ نظر کتاب ''رسالۂ دعا'' اس سلسلہ کی گیارہویں کڑی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں بزبان اُردو تصنیف کی گئی تھی جس میں سجدہ میں دعا کرنے کے وجوب کو قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے۔ رسالۂ دعا بزبانِ اُردو اب تک مختلف اداروں کی جانب سے کئی بار چھپ چکا ہے۔ کچھ سال قبل اُردو متن کے ساتھ اس کا انگریزی و ہندی ترجمہ از جناب شیخ چاند ساجد مرکزی انجمن مہدویہ نے طبع کروایا تھا۔ فی زمانہ کتاب کی ضرورت وافادیت کے پیش نظر اردو متن کے ساتھ انگریزی و ہندی ترجمہ ایک ہی جلد میں علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی کے زیر اہتمام شائع کیا جارہا ہے۔ اُردو متن کی تصحیح ادارۂ شمسیہ کی جانب سے مطبوعہ رسالۂ دعا بارِ دوم ۱۹۵۸ء کی مدد سے کی گئی ہے۔ اور ۱۹۷۹ء میں ادارۂ تبلیغ مہدویہ مشیر آباد کی جانب سے مطبوعہ ایڈیشن میں علامہ شمسیؒ کے شاگرد افضل العلماء حضرت مولانا سید نجم الدینؒ صدر مجلس علمائے مہدویہ ہند کی جو تقریظ شامل تھی اس کو بھی اس اشاعت میں شامل کرلیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین

۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ م ۷/ جنوری ۲۰۰۵ء

سید یداللہ شجیع یداللہی
بانی وصدر علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی

Scanned with Cam

تقریظ

از: افضل العلماء الحاج حضرت مولانا سید نجم الدین ؒ صدر مجلس علمائے مہدویہ

رسالۂ دعا حضرت استاذی و استاد الکل منبع الفضلا ، مرجع الکملا ، اشرف العلماء مولانا الامام العلامہ سید اشرف شمسی رحمہ اللہ کی ایک قدیم تالیف ہے اور مولفِ علام کی حیات ہی میں اس کی اشاعت ہو چکی تھی ۔ نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ضروری ہے یا نہیں اس بارے میں قرآن و حدیث اور علمائے اسلام کے اقوال سے بحث در استدلال کر کے علامہ نے ثابت کیا ہے کہ نفس دعا سے مہدویہ کو انکار نہیں ہے ۔ وہ قرآن حکم ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' (سجدہ میں جاؤ اور خدا سے قریب ہو جاؤ) اور ''اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً'' (اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر اور چھپا کر دعا کرو) پر سختی کے ساتھ عامل ہیں ۔ چنانچہ مہدوی دوگانۂ تحیۃ الوضو کے بعد سر بسجود ہو کر ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' کی سعادت حاصل کرتے اور تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً کی تعمیل میں عجز و نیاز سے چھپا کر دعا کرتے ہیں ۔ صحیح احادیث سے بھی رسول اللہ ﷺ کا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے ۔ خلفائے راشدین کی بھی کوئی روایت نہیں ملتی ۔ البتہ بعض ضعیف احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا پایا جاتا ہے ۔ لیکن خود محدثین اور علمائے امت ان احادیث کے ضعیف ہونے کے قائل ہیں ۔ اگر چہ یہ صحیح ہے کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن یہ استدلال اُس وقت درست ہے جبکہ اس کے مقابل صحیح حدیثیں موجود نہ ہوں ۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ روحی فداہ نے نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا نہیں فرمائی ۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام مجتہد نے جن کا قول فقہی مسائل میں قول فیصل ہوتا ہے اس کو ضروری قرار نہیں دیا ۔ علامہ کی یہ علمی اور گراں مایہ تالیف کسی کی تقریظ و تبصرہ سے مستغنی ہے ۔ مجھ جیسے ہیچ میرز و ہیچ مداں ، کمترین شاگرداں کو جو اسی آفتاب عالم تاب کا چمکایا ہوا ایک ذرۂ ناچیز ہوں مجال دم زدن نہیں ۔ اہل علم اس کی حلاوت سے شیریں کام ہوں ۔ ناظرین اس سے فائدہ حاصل کریں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مولف علام کو اجر عظیم سے نوازے ، اپنے دیدار سے مشرف کرے ۔ فقط

المرقوم ۲۹/ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ م ۲۶/ فروری ۱۹۷۹ء

بسم الله الرحمن الرحيم

رسالۂ دعا

حامداً و مصلیاً ۔ اس زمانہ میں بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مفروضہ نماز کے بعد دعا واجب ہے ورنہ نماز درست نہیں ہوتی ۔ میرے خیال میں یہ قول بہت ہی کمزور ہے کیونکہ مفروضہ نماز کے بعد جو دعا ہوگی وہ ظاہر ہے کہ نماز کے سوا ہے پس جو عمل کہ ارکان و فرائض وواجبات نماز سے خارج ہے۔ اس کے کرنے سے نماز کی تکمیل اور اس کے نہ کرنے سے نماز کی تنقیص محض خیالی ڈھکوسلہ ہے۔ جس پر کوئی دلیل و برہان قائم نہیں ہوسکتی۔ واضح ہو کہ دعا کی تین قسم ہیں۔ اول دعا واجب ہے جو ہر ایک رکعت نماز میں کی جاتی ہے۔ یعنی

اهدنا الصراط المستقيم

اس دعا کی تعلیم خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

افضل الدعاء الحمد لله

یعنی سورہ فاتحہ۔ اور دوسری دعا سنت ہے۔ جو بعد درود پڑھی جاتی ہے۔ جس میں استغفار اور تعوذ ہے۔ ان کے سوا جو دعائیں ہیں وہ مستحب ہیں مگر جمہور علماء کی یہ رائے ہے کہ اخیر کی دونوں قسمیں مستحب ہیں چنانچہ علامہ نووی نے لکھا ہے۔

وجهمور العلماء على انه مستحب ليس بواجب

اس صورت میں ترک دعا سے کوئی شخص گنہگار نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ اس کی نماز ساقط یا ناقص ہو۔ غرض نماز کے بعد رفع ایدی کے ساتھ (ہاتھ اُٹھا کر) دعا نہ کرنے سے نماز ساقط یا ناقص نہیں ہوتی کیونکہ یہ فعل بعد نماز ہے اور مستحب ہے۔ علامہ ابن قیم نے کتاب ہدی النبوی میں لکھا ہے۔

واما الدعاء بعد السلام من الصلواة مستقبل القبلة سواء الامام والمنفرد والماموم فلم يكن ذلك من هدى النبيً اصلا ولا روى عنه

Scanned with Cam

باسناد صحیح ولا حسن و حضّ بعضهم بصلاتی الفجر والعصر ولم یفعله النبی ولا الخلفاء الراشدون بعده ولا ارشد الیه امته وانما هو استحسان رآه من راه عوضا من السنة.

ابن قیم کہتے ہیں یعنی قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر نماز کے بعد دعا کرنا نبی ﷺ کی سنت نہیں ہے۔ اور نہ اس بات میں کوئی حدیث صحیح وحسن حضرت ﷺ سے مروی ہے اور بعضوں نے نماز فجر وعصر میں دعا کرنے کی ترغیب دی ہے مگر یہ ایسی چیز ہے جس کو رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ نے نہیں کیا اور نہ اس فعل کی ہدایت اپنی امت کو کی ہے بلکہ یہ استحسان ہے۔ بعض لوگوں نے سنت کے عوض میں یہ عمل کیا ہے۔

غرض اس قول سے ظاہر ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہدیٰ اور خلفا راشدینؓ کے عمل سے ثابت نہیں ہے یہ صرف بعض لوگوں کی رائے ہے جو لیل و برہان سے قوی نہیں ہے۔

فصل : قرآن شریف اس بات کو بتاتا ہے کہ دعا خلوص کے ساتھ چھپا کر کی جائے بلکہ اس ہی کی تعلیم بھی فرمائی ہے چنانچہ آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیة (الأعراف ۵۵) یعنی تم اپنے پروردگار کو عاجزی سے اور چھپا کر پکارو۔ بیضاوی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔

ای ذوی تضرع و خفیة فان الاخفاء دلیل الاخلاص

یعنی چھپا کر دعا کرنا اخلاص کی دلیل ہے۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں بیان فرمایا ہے۔

واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعاء ویدل علیه وجوه الاول هذه الآیة فانها تدل علی انه تعالیٰ امر بالدعاء مقرونا بالاخفاء وظاهر الامر للوجوب فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونه ندباً ثم قال تعالیٰ بعده انه لا یحب المعتدین والاظهران المراد انه لایحب المعتدین فی ترک هذین الامرین المذکورین وهما التضرع والاخفاء فان الله لایحبه و محبة الله تعالیٰ عبارة

Scanned with Cam

عن الثواب فکان المعنی ان من ترک فی الدعاء التضرع والاخفاء فان اللہ لا یثیبہ البتۃ ولایحسن الیہ ومن کان کذلک کان من اھل العقاب لا محالۃ فظھر ان قولہ تعالیٰ انہ لا یحب المعتدین کالتھدید الشدید علیٰ ترک التضرع والاخفاء فی الدعاء .

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا میں پکی بات یہی ہے کہ وہ چھپا کر کی جائے اور کئی وجہیں اسی بات کو بتاتی ہیں ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کا حکم فرمایا ہے جو چھپانے سے نزدیک ہو یعنی چھپا کر دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور امر کے صیغوں سے ظاہراً یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ان سے وجوب مقصود ہوتا ہے اگر وجوب نہ ہو تو کم سے کم مندوب تو ضرور ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ وہ حد سے گزرنے والوں کو نہیں چاہتا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو نہیں چاہتا جو دونوں حکم یعنی تضرع واخفا کے ساتھ دعا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ثواب مراد ہے تو آیت مذکورہ کے یہ معنی ہو جائیں گے کہ جو لوگ عاجزی سے اور چھپا کر دعا نہیں مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ثواب نہیں دے گا اور ان پر احسان نہیں کرے گا اور جو شخص اس صفت سے موصوف ہوگا وہ قابل عذاب ہوگا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم مذکور کی پرواہ نہیں کی غرض انہ لا یحب المعتدین جو اللہ تعالیٰ کا فرمان پاک ہے ان لوگوں کے واسطے بڑی سخت دھمکی ہے جو دعا کو چھپا کر اور عاجزی کے ساتھ نہیں کرتے۔ تفسیر کبیر کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے وقت خلوص واخفا کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا طریقہ یہی بتایا ہے۔ پس دعا کے وقت ان دونوں چیزوں کا خیال رکھنا اور اسی پاک تعلیم کے موافق دعا کرنا کم سے کم مندوب ہے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی صورت میں مذکورہ دونوں فرمانوں کی تعمیل ہوتی ہے یا نہیں' ظاہر ہے کہ اخفا کی تو بالکل تعمیل نہیں ہوتی کیونکہ جس نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اس نے کھلے طور پر یہ بات بتا دی کہ میں اللہ پاک کی درگاہ میں دعا مانگ رہا ہوں اس صورت میں وہ شخص جو اس طرح دعا کرتا ہے خلاف ما انزل اللہ پر عمل کرتا ہے اور جو شخص

Scanned with Cam

خلاف ما انزل الله پر عمل کرتا ہے اس پر کسی حکم کے کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اتنی بات تو ظاہر ہے کہ وہ ان الله لا یحب المعتدین کے تو حکم میں ہے لیکن سجدہ میں دعا مانگنے سے دونوں امور مذکورہ کی تعمیل ہو جاتی ہے اور تضرع و اخفاء پر جن کو خلوص عارض ہے پورا عامل ہو جاتا ہے جو صاف بدیہی امر ہے پس ہمارے فرقہ کا خاص یہی عمل ہے کہ ہم سب سجود میں دعا کرتے ہیں اور اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ اولاً تعلیم قدسی اور امر خداوند تعالیٰ کی اتباع ہو جائے اور ثانیاً یہ کہ اس زبردست دھمکی سے جو انه لایحب المعتدین سے ظاہر ہوئی ہے بچاؤ مل جائے ثالثاً یہ کہ ان احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے جو دعا کے طریقہ صحیحہ کی مثبت ہیں یعنی سجود میں دعا کرنا۔ غرض آداب دعا میں قطعی امر جو تعلیم قرآنی کا خلاصہ ہے وہ یہی ہے کہ دعا چھپا کر اور عاجزی کے ساتھ کی جائے اور اسی پر عمل کرنا واجب یا مندوب ہے۔

فصل : احادیث صحاح کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زیادہ تاکید اس امر کی فرمائی ہے کہ سجود میں دعا کی جائے کیونکہ سجدہ کی حالت میں جو دعا کی جاتی ہے وہ لائق قبولیت ہے چنانچہ سنن ابوداؤد میں مروی ہے۔

عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا الدعاء (سنن ابوداؤد باب ۳۰۳ حدیث نمبر ۸۶۶)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ پس تم سجدہ میں دعا کیا کرو۔

عن ابن عباسؓ ان النبیؐ کشف الستارة والناس صفوف خلف ابی بکر الصدیق فقال یاایها الناس انه لم یبق من مبشرات النبوة الا الرویا الصالحة یراها المسلم اوتری له وانی نهیت ان اقرأ راکعاً او ساجداً فاماالرکوع فعظموا الرب فیه واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن ان یستجاب لکم (سنن ابوداؤد باب ۳۰۳ حدیث نمبر ۸۶۷)

یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پردہ کے باہر نکلے اور مصلی

ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے صف باندھے ہوئے کھڑے تھے پس فرمایا کہ نبوت کی بشارتوں سے صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔میں رکوع وسجود میں قرآن پڑھنے سے ممانعت کیا گیا ہوں تم رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔اور سجود میں دعا کرنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ دعا قبولیت کے لائق ہے۔اس قسم کی اور حدیثیں عائشہ صدیقہؓ۔ابی ہریرہؓ۔علیؓ۔جابر بن عبداللہؓ۔محمد ابن سلمہؓ سے صحاح میں مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں خود بھی دعا کرتے تھے۔اور اسی کا حکم بھی فرماتے تھے۔دونوں مذکورہ حدیثوں سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدہ میں دعا کرنے کا حکم لفظ امر سے صادر فرمایا ہے اور ہمارے مذہب اور نیز حنفیہ کا یہ معینہ ضابطہ ہے کہ جو صیغہ امر بلا قرینہ مانعہ موجود ہو تو وہ صیغہ وجوب حکم پر دلالت کرے گا اگرچہ وجوب حکم اس کے بغیر بھی ہو جاتا ہے مگر اس صفت کے صیغہ امر سے تو ضرور وجوب ثابت ہوگا۔پس اس ضابطہ کی رو سے ہمارا یہ مذہب ہے کہ سجود میں دعا کرنا واجب ہے۔پس جب بندہ نے سجود کی حالت میں دعا کی یا کرتا ہے تو گویا وہ حکم واجب کی تعمیل میں مصروف ہے اس صورت میں یہ کہنا بالکل نادرست ہے کہ مہدویہ دعا نہیں کرتے کیونکہ وہ دعا کے وقت رفع ایدی نہیں کرتے کیونکہ جب دعا کرنے کے کئی طریقہ مروی ہیں اور ان سب طریقوں میں یہ طریقہ قبولیت دعا کا اعلیٰ ذریعہ ہے تو اسی طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ مستحسن ہے۔صاحب مرقاۃ الصعود نے شرح ابوداؤد میں ذکر کیا ہے۔

؎ قال العراقی فی شرح الترمذی ذکر فی ذلک امور احدھا ان العبد مامور باکثار الدعا فی السجود کما فی تتمۃ الحدیث واللہ تعالیٰ قریب من السائلین کما قال سبحانہ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعانی ' الثانی ان حالۃ السجود حالۃ خشوع و ذل و انکسار التعضر الساجد وجھہ فی التراب و بھذا قال ابن مسعودؓ ماحال الی احب الی اللہ تعالیٰ ان یجد العبد فیہ من ان یجدہ عافرا وجھہ رواہ الطبرانی بسند حسن. الثالث ان السجود اول عبادۃ امراللہ بھا بعد خلق آدم فکان المتقرب بھا الی اللہ تعالیٰ اقرب منہ الیہ فی غیرہ . الرابع فیہ

Scanned with Cam

مخالفة لابليس فی اول الذنب عصی اللہ بہ من التکبر و ترک السجود.

عراق نے شرح ترمذی میں تذکرہ کیا ہے کہ اس میں کئی امور ہیں۔اول یہ کہ بندہ کو سجدہ میں زیادہ دعا کرنے کے لیے حکم کیا گیا ہے۔چنانچہ حدیث کا آخری فقرہ یہی ہے اور اللہ تعالیٰ سوال کرنے والوں سے نزدیک ہے چنانچہ فرماتا ہے اور جب تم سے (اے محمد ﷺ) میری حالت سے میرے بندے پوچھیں تم کہو میں نزدیک ہوں۔ دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے۔

دوسرا یہ کہ سجود کی حالت ڈر اور ذلت وانکساری کی حالت ہے کیونکہ سجدہ کرنے والا اپنا منہ خاک آلود کرتا ہے اور ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندہ کی عام حالتوں سے یہی حالت زیادہ پسند ہے جب اس کا بندہ اس کے آگے اپنا منہ خاک آلود کرتا ہے۔طبرانی نے یہ روایت کی ہے۔

تیسرا یہ کہ سجود پہلی عبادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد حکم فرمایا ہے۔پس اس عبادت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے قربت چاہنے والا دوسری عبادت کے ذریعے سے قربت طلب کرنے والے سے اقرب ہوگا۔

چوتھا یہ کہ سجود میں ابلیس کی مخالفت ہے کیونکہ اس کا سب گناہوں کے پہلے یہی گناہ ہے کہ اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا اور بڑائی سے اللہ جل شانہ کی نافرمانی کی۔غرض عراقی کی رائے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سجود میں دعا بہتر ہے کیونکہ اس ہی حالت میں وجوہ مذکورہ پائی جاتی ہیں۔

صاحب معالم التنزیل نے بھی ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء.

اس حدیث کو صاحب معالم نے واسجد واقترب آیت سورعلق کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے اور اس آیت کو سجدہ میں دعا کرنے پر محمول کیا ہے۔صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی آیت مذکورہ کی تفسیر میں مضمون مذکور ذکر کیا ہے۔علامہ جار اللہ زمخشری اور صاحب تفسیر

Scanned with Cam

نیشاپوری کی بھی یہی رائے ہے۔حضرت امام فخر الدین رازی نے بھی آیت کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔

و فی الحدیث اقرب مایکون العبد من ربه اذا سجد

یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے تو بہت ہی قریب ہوجاتا ہے اور چونکہ دعا کے لیے اوقات قربت کی زیادہ ضرورت ہے۔لہذا اسی وقت میں دعا بہتر ہوگی۔صاحب تفسیر ''سراج المنیر'' نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

واقترب ای و تقرب الی ربک بطاعته وبالدعاء الیه قال ﷺ اما الرکوع فعظموا فیه الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن ا ی حقیق ان یستجاب لکم وکان ﷺ یکثر فی سجود من البکاء والتضرع حتی قالت عائشةؓ قد غفر الله لک ماتقدم من ذنبک وما تاخر فما هذا البکاء فی السجود وماهذا الجهد الشدید قال افلا اکون عبداً شکورا" وفی روایة اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا الدعاء.

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا و طاعت سے نزدیک ہوجاؤ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ رکوع میں پروردگار کی تعظیم کرو اور سجود میں دعا کی کوشش کرو کہ وہ قبول کی جانے کے لائق ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ سجود میں روتے اور عاجزی کرتے۔ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں پھر سجود میں دعا کرنے اور اس قدر رونے کی کیا ضرورت ہے' فرمایا کہ کیا میں شاکر بندہ نہ کہلاؤں اور ایک روایت میں ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوجاتا ہے۔پس سجود کی حالت میں دعا زیادہ کرو۔صاحب تفسیر خازن اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں۔

واقترب ای من الله . عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا

Scanned with Cam

من الدعاء

اس حدیث کا ترجمہ اس کے پہلے بیان ہو چکا ہے۔اور تفسیر مدارک میں مذکور ہے۔

واقترب. وتقرب ربک بالسجود فان اقرب مایکون العبد الی ربه اذا سجد كذا الحديث

پس قربت کے وقت میں دعا کرنی چاہیے کہ قبول ہو سکے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دعا سے اظہار عجز اور طلب مدعا مقصود ہے اور عجز ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے معلوم ہوتا ہے پس ہاتھ اٹھانا ضروری ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک دعا میں اظہار و عجز اور اخلاص ضروری ہے اور یہ دونوں چیزیں سجدہ میں دعا کرنے سے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ سجدہ میں یعنی سر رگڑنے میں کمال عجز ہے جو ہاتھ اٹھانے میں نہیں ہے اور خلوص بھی سجدہ میں دعا کرنے سے ثابت ہوگا کیونکہ خلوص کے لئے اخفا شرط ہے اور یہ امر معلوم ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں اخفا نہیں ہے غرض اخفا ہی میں خلوص ہے۔چنانچہ اس کے پہلے اس کا بیان ہو چکا ہے۔چنانچہ بیضاوی نے لکھا ہے۔

فان الاخفاء دليل الاخلاص

چنانچہ اس کے پہلے اس کا بیان ہو چکا ہے

فصل : بعض بزرگان دین سے ایسی روایتیں مروی ہیں جن سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی سخت ممانعت مفہوم ہوتی ہے۔علامہ عینیؒ ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں لکھتے ہیں۔

قول اول یہ ہے۔

روی عن شعبة عن قتادة قال رای ابن عمرقوما رفعوا ايديهم قال من يتناول فوالله لو كانوا علی راس اطول جبل ما ازدا دوا من الله قربا.

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک قوم کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ کیا چیز لے رہے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر یہ اونچے پہاڑ کی چوٹی پر ہوتے تو بھی اللہ تعالیٰ سے نزدیک نہ ہوتے۔اس کا یہ مطلب ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے

Scanned with Cam

سے دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے قربت نہیں پیدا کر سکتا۔

قول ثانی یہ ہے۔

وکرهه جبير بن مطعم و رای شريح رجلا رافعايديه يدعو فقال من يتناول بهالا امّ لک .

جبیر ابن مطعم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مکروہ جانا ہے اور شریح نے ایک شخص کو جو ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا تھا یہ فرمایا کہ تیری ماں مر جائے تو کیا کر رہا ہے اور کس چیز کو حاصل کر رہا ہے

قول ثالث یہ ہے۔

و قال مسروق لقوم رفعوا ايديهم قطعها الله

یعنی مسروق نے ان لوگوں کو جو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کاٹ ڈالے۔اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسروق نے رفع ایدی سے بہت ہی کراہیت کی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے جو ائمہ شافعیہ سے ہیں۔"فتح الباری شرح صحیح بخاری" میں لکھا ہے۔

قال الطبری و کره رفع اليدين فی الدعا ابن عمرو جبير بن مطعم و رای شريح رجلا يرفع يديه داعيا فقال من يتناول بها لا ام لک و ساق الطبری ذلک باسانيده عنهم و ذکر ابن التين عن عبدالله بن عمر بن غانم انه نقل عن مالکؒ ان رفع الايدی فی الدعاء ليس من امر الفقهاء .

یعنی محمد ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ابن عمر اور جبیر ابن معطم نے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کو مکروہ بتایا ہے۔شریح نے ایک شخص کو دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کس چیز کو لیتا ہے اور بد دعا دی۔طبری نے ان ساری روایتوں کے اسنادیں بھی لکھی ہیں۔اور ابن التین نے عبداللہ بن عمر غانم سے یہ روایت کی ہے کہ مالکؒ نے فرمایا ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا فقہا کا کام نہیں ہے۔

Scanned with Cam

غرض حنفیہ اور شافعیہ اور حضرت امام مالکؒ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا مستحسن کام نہیں ہے۔

فصل : سنن ابو داؤد کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ استغفار وہ ہے کہ جس میں صرف انگشت شہادت اٹھائی جاتی ہے اور باقی انگلیاں اپنی جگہ پر رہتی ہیں اور مسئلہ میں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے۔ ابتہال میں بھی ہاتھ اٹھانا چاہیے مگر اس میں ہاتھوں کا لمبے کرنا بھی ضروری ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے یہ روایت کی ہے۔

عن عباس قال المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحو هما والاستغفار ان تشیر باصبع واحدة والابتهال ان تَمُدَّ یدیک جمعا.

لیکن اس فرق و امتیاز سے چونکہ لوگوں کو اطلاع نہیں ہے۔ لہذا ان کے عمل سے استغفار و مسئلہ میں فرق نہیں معلوم ہو سکتا۔ بلکہ صاف یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں صورتوں میں ضروری طور پر رفع ایدی کئے جاتے ہیں جو حدیث مذکور کے منشاء قدسی کے خلاف ہے۔ واضح ہو کہ دعا کا مفہوم امور مذکور میں منحصر ہے یعنی اس میں استغفار ہوگا یا کسی چیز کی طلب۔ اب طلب میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مطلق سوال ہوگا۔ یا کہ مخالف کے مقابلہ میں فتح مندی۔ ظاہر ہے کہ اول قسم تو استغفار ہے۔ جس میں حدیث مذکورہ کے منشا کے موافق صرف انگشت شہادت اٹھانی چاہیے۔ اور قسم ثانی مسئلہ ہے جس میں رفع ایدی بغیر تمدید کی ضرورت ہے اور قسم ثالث ابتہال ہے جس میں رفع ایدی بالتمدید ہے۔ پس جن احادیث دعا میں رفع ایدی کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل قسم ثانی کے متعلق ہیں یعنی دراصل وہ مسئلہ ہیں غرض دعا ان ہی قسموں میں منحصر ہے۔ اور تینوں قسم اس کی افراد ہیں۔ مگر پہلی قسم کی ہمیشہ ضرورت ہے کیونکہ اس عمل کے کرنے کے لئے نصوص قرآنی موجود اور صحیح حدیثیں اس کی موید ہیں پس ہمارے فرقہ میں استغفار ضروری امر ہے۔ اب رہی قسم ثانی یعنی مسئلہ یہ عمل اس وجہ سے متروک ہے کہ یہ توکل کے منافی ہے اور ظاہر ہے کہ توکل کے باب میں صریح آیتیں موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما من دابة فی الارض اِلّا علی الله رزقها (هود۔٦)

Scanned with Cam

اور نیز فرما تا ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (الطلاق۔۳)
اور نیز فرما تا ہے۔ فاتحذہ وکیلا (المزمل۔۹)
اور نیز فرما تا ہے۔ فتوکل علی اللہ (آل عمران۔۱۵۹)

ان دونوں آیتوں میں امر کے صیغہ موجود ہیں اور ان کے سوا دوسرے آیات بھی ان کے موید ہیں۔ان ہی آیات کی رو سے ہمارے فرقہ میں توکل فرض ہے۔پس جب مسئلہ یعنی سوال کرنا صریح طور سے آیت توکل کے منافی ہے تو صرف مسئلہ کو ہمارے فرقہ نے منع کیا ہے اگر چہ استغفار بھی توکل کے منافی ہے لیکن چونکہ اس کی تعلیم میں نصوص قرآنی موجود ہیں اور ان میں بھی امر کے صیغے وارد ہیں۔لہذا اس کی تعمیل ضرور ہے۔

فصل : واضح ہو کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دعا کی مثبۃ احادیث اگر چہ ضعیف ہیں مگر احادیث ضعیفہ ان اعمال میں جو اصول دین سے نہ ہوں قابل استدلال ہیں یعنی فضائل اعمال میں ان سے استدلال درست ہے۔میری رائے میں یہ بات بہت ہی کمزور اور قابل ترمیم ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ سے استدلال اس صورت میں درست ہے کہ جب ان پر احادیث صحیحہ سے استدلال نہ ہوسکتا ہو اور اگر ان کی مثبت احادیث صحیحہ ہوں تو اس صورت میں ان پر احادیث ضعیفہ سے استدلال جائز نہیں ہے اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے۔مثلاً فرض کیجئے کہ دعا میں رفع ایدی بعد نماز کرنے کے باب میں احادیث ضعیف مروی ہیں اور سجدہ میں دعا کرنے کے باب میں صحیح اور قوی حدیثیں وارد ہیں اور دعا فضائل اعمال سے ہے تو اس کی ادا میں ان ہی احادیث پر عمل کرنا چاہئے جو قوی اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا ہے پس دعا سجدہ میں کرنا چاہئے کیونکہ اس کی مثبت جو احادیث ہیں قوی اور صحیح ہیں پس نووی وغیرہ کا یہ قول کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ قابل استدلال ہیں قابل بحث ہے

واللہ اعلم بالصواب

تمت رسالۂ دعا مولفہ بحر العلوم علامہ ابو الشریف سید اشرف شمسی علیہ الرحمہ

۲۷/صفر ۱۳۲۴ ہجری م ۱۹۰۶

Scanned with Cam

حواشی

ابن عباسؓ :۔ حضرت عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب ۔ نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ بچپن ہی سے رسول کریم ﷺ کے دامن سے وابستہ رہے۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کبار صحابہ کی صحبت اختیار کی۔ علم وفضل، فصاحت و بلاغت میں ماہر اور تفسیر قرآن میں لاثانی تھے۔ اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کو حبر الامۃ کہا گیا۔ ابن عباسؓ نے ۶۸ھ میں بعمر ستر سال طائف میں وفات پائی۔

ابن جریر طبری :۔ ابو جعفر محمد ابن جریر ابن یزید طبری۔ ولادت طبرستان ۲۲۴ھ۔ وفات ۳۱۰ بغداد۔ ابن جریر جلیل القدر عالم، حافظ و مفسر قرآن، محدث، مجتہد فقیہہ، مورخ تھے۔ متعدد علوم پر بہترین کتب تصنیف کیں۔ تفسیر کا نام ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' ہے

ابن حجر عسقلانی :۔ احمد بن علی شہاب الدین ابوالفضل العسقلانی۔ ولادت قاہرہ ۷۷۳ھ م ۱۳۷۲ء۔ وفات ۸۵۲ھ م ۱۴۴۹ء۔ قاری و حافظِ قرآن، شافعی فقیہہ، ادیب، مورخ، محدث، ماہر لسانیات، شاعر، تصانیف ۱۵۰ سے زائد

ابن قیم جوزی :۔ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن قیم الجوزی۔ ولادت ۶۹۱ھ م ۱۲۹۲ء ابن تیمیہؒ کے شاگرد تھے۔ تمام علوم اسلامیہ تفسیر، حدیث فقہ، ادب و تصوف پر مکمل عبور حاصل تھا۔ تقریباً ایک سو تصانیف ہیں۔ وفات ۷۵۱ھ م ۱۳۵۰ء

ابو داؤد :۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق البجستانی۔ ولادت ۲۰۲ھ وفات شوال ۲۷۵ھ بعمر تہتر سال بمقام بصرہ۔ عظیم محدث و فقیہ۔ آپ نے چار ہزار آٹھ سو منتخب احادیث، سنن ابوداؤد میں جمع کی ہیں جو صحاح ستہ میں شامل ہے اور امام غزالی کی رائے ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ کئی تصنیفات ہیں۔

امام مالکؒ : ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالکؒ۔ ولادت ۹۳، ۹۴ یا ۹۵ھ۔ وفات ربیع الاول ۱۷۹ھ م جون ۷۹۵ء۔ قرآن مجید کی قرأت وسند امام القراء نافع بن عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔ حدیث میں سند اور فقہ میں امام تھے۔ آپ کی مولفہ مؤطا امام مالک کو حدیث کی پہلی تصنیف کہا جاتا ہے۔ مالکی مسلک کے بانی ہیں

امام فخر الدین رازیؒ : ابوعبداللہ محمد ابن عمر ابن الحسین فخر الدین رازی لقب شیخ الاسلام۔ ولادت طبرستان ۲۵/ رمضان المبارک ۵۴۴ھ م ۲۴/ جنوری ۱۱۵۰ء وفات ہرات یکم شوال ۶۰۶ھ م ۲۹/ مارچ ۱۲۱۰ء امام مفسر، عالم معقول و منقول الٰہیات فلسفہ۔ عربی و فارسی میں کئی تصانیف ہیں مثلاً مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، المحصول فی الفقہ، فضائل الصحابہ وغیرہ۔

جار اللہ زمخشری :۔ ابوالقاسم محمود بن عمر خوارزمی حنفی معتزلی چونکہ عرصہ دراز تک مکہ میں مقیم رہے اسلئے ''جاراللہ'' (اللہ کا پڑوسی) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ولادت ۴۶۷ھ م ۱۰۷۵ء ''تفسیر'' حدیث نحو و لغت اور ادب میں عدیم المثال تھے۔ متعدد تصانیف میں سب سے مشہور تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل۔ وفات

Scanned with Cam

۵۳۸ھ م ۱۱۴۴ء۔ اگر معتزلی نظریات سے صرف نظر کر لیا جائے تو تفسیر کشاف کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

عراقی :۔ حافظ عبدالرحیم العراقی۔ وفات ۸۰۶ھ م ۱۴۰۴ء۔ فقیہہ شافعی ومحدث صاحب تصانیف

علامہ عینی :۔ بدرالدین محمود العینی:۔ وفات ۸۵۵ھ م ۱۴۵۱ء جلیل القدر فقیہہ حنفی۔ محدث ومورخ۔ مولف ''عمدۃ القاری فی شرح البخاری''

نووی:۔ محی الدین ابوذکریا یحییٰ بن شرف الحزامی الدمشقی۔ ولادت ۶۳۱ھ م ۱۲۳۳ء بمقام نوی نزد دمشق وفات ۶۷۶ھ م ۱۲۷۷ء۔ شافعی المسلک فقیہہ۔ علوم حدیث میں امام وقت تھے۔ کئی تصانیف مشہور ہیں۔

تفسیر بیضاوی :۔ مکمل نام۔ انوار التنزیل واسرار التاویل۔ مولف۔ عبداللہ بن عمر بن محمد، کنیت ابوالخیر لقب ناصر الدین اور نسبت بیضاوی۔ شافعی المسلک۔ قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔ وفات ۶۹۱ھ یا ۶۸۵ھ بمقام تبریز۔ تفسیر بیضاوی اہل سنت کے اصول پر مشتمل ہے امام رازی کی تفسیر کبیر سے اس میں استفادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر خازن:۔ مکمل نام۔ لباب التاویل فی معانی التنزیل۔ مولف۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم۔ دمشق کی ایک خانقاہ کے کتب خانہ کے خازن الکتب (لائبریرین) تھے۔ اس لئے خازن کے نام سے معروف تھے۔ ولادت بغداد ۶۷۸ھ۔ شافعی المسلک۔ تفسیر خازن میں مولف نے امام بغوی کے معالم التنزیل اور دیگر متقدمین کی تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔ وفات بمقام حلب ۷۴۱ھ

تفسیر سراج المنیر:۔ مولف شمس الدین محمد بن محمد الشربینی۔ لقب الخطیب۔ وطن قاہرہ۔ شافعی المسلک۔ اساتذہ نے فتویٰ وتدریس کی اجازت دی تھی۔ متقی وصالح بزرگ۔ وفات ۹۷۷ھ۔ اس تفسیر میں مفسرین سلف سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر مدارک:۔ مدارک التنزیل وحقائق التاویل۔ مولف۔ عبداللہ بن احمد بن محمود کنیت ابوالبرکات۔ نسبت نسفی۔ عابد وزاہد۔ حنفی المسلک۔ تفسیر، حدیث فقہ اور اصول میں یگانہ روزگار امام تھے۔ وفات ۷۰۱ھ۔ اس تفسیر میں مولف نے تفسیر بیضاوی اور کشاف سے استفادہ کیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل :۔ مولف ابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغوی۔ شافعی المسلک محدث، مفسر اور فقیہہ۔ وفات ۵۱۰ھ بعمر اسی برس۔ اس تفسیر میں مولف نے مفسرین صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال جمع کئے ہیں۔

تفسیر نیشا پوری:۔ غرائب القرآن ورغائب الفرقان۔ مولف نظام الدین حسن بن محمد خراسانی نیشاپوری۔ وطن ''قم'' نیشاپور میں پروان چڑھے۔ عظیم حافظ وقراء میں شمار ہوتا ہے۔ علم تاویل وتفسیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ زہد وتصوف کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔ اس تفسیر میں تفسیر کبیر ودیگر تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ مولف نویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے جبکہ صاحب کشف الظنون کو اس سے اختلاف ہے۔

مرتبہ: شیخ چاند ساجد

Scanned with Cam